© rasailojaraid.com

نقدِ روایت کی ابتدا اور تحقیق و تنقیحِ روایت میں اس کی اہمیت

(تاریخی جائزہ)

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری*

نقد کا لغوی معنیٰ:

لغت میں نقد کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

پرکھنا، چھانٹنا۔ ابن منظور نقد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمييز الدراهم وإخراج الزيف منها" (۱)

دراہم کی چھانٹ پھٹک کرتے ہوئے کھوٹے اور جعلی درہم کو باہر نکالنا۔

شاعر (۲) کا قول ہے:

"تنفي يداها الحصىٰ في كل هاجرة نفي الدنا نير تنقاد الصياريف" (۳)

"دوپہر کو اس (اونٹنی) کے ہاتھ کنکریوں کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ جس طرح زرگر صحیح اور کھوٹے سکوں کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔"

۲۔ قیمت جو فوراً ادا کی جائے گویا کہ نقد ادھار کی ضد ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے: "النقد خلاف النسيئة" (٤) "نقد ادھار کی ضد ہے"

۳۔ کلام کے عیوب و محاسن کو ظاہر کرنا

کہا جاتا ہے کہ: "نقدت الناس إذا عبتهم و اغتبتهم" (۵)

تم نے لوگوں کا نقد کیا جب تم ان کے عیب اور کمزوریوں کو بیان کیا۔

اسی سے حضرت ابو درداءؓ کی حدیث ہے:

"إن نقدت الناس نقدوك و إن تركتهم تركوك" بمعنى إن عبتهم عابوك" (٦)

"اگر تم نے لوگوں کی عیب جوئی کی تو وہ تمھاری عیب جوئی کریں گے اور اگر تم نے ان کی عیب جوئی ترک کر ڈالی تو وہ بھی ترک کر دیں گے۔"

---

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں نقد کا معنی کسی کے عیوب کا اظہار اور اس کی کمزوریوں کا احاطہ کرنا ہے۔ اس طرح مؤخر الذکر معنی اصطلاحی مفہوم کے قریب ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں نقدِ حدیث کا مفہوم:

(i) ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی نے نقد کی تعریف یوں کی ہے:

"بأنه تمييز الأحاديث الصحيحة من الضعيفة والحكم على الرواة توثيقا و تجريحاً" (۷)

صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا اور رواۃِ حدیث پر توثیق یا تجریح کے اعتبار سے حکم لگانا۔

(ii) ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی کے نزدیک نقد کی تعریف:

"هو تمييز الصحيح من السقيم بعد جمع طرق الحديث وإمكان النظر فيها" (۸)

حدیث کے طرق جمع کر کے اور اس میں غور و فکر کرنے کے بعد صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے الگ کرنا۔

(iii) ڈاکٹر سہیل حسن نقد حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"احادیث کے تنقیدی جائزے کو "نقد الحدیث" کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک اس سے مراد صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا، ان کے طرق جمع کرنا اور پوری طرح مطالعہ کرنے کے بعد ان پر حکم لگانا ہے" (۹)

ان تعریفات سے درج ذیل تین نکات ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کرنا۔

۲۔ احادیث کے تمام طرق کو جمع کرنا۔

۳۔ رواۃ حدیث کے حفظ و ضبط کا جائزہ لے کر ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا حکم لگانا۔

علی بن المدینی انہی نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه" (۱۰)

"باب ہے اس بیان کے بارے میں کہ جب (حدیث) کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں، اس (حدیث) کی غلطی واضح نہیں ہو سکتی۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

"لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجها ما عقلناه" (۱۱)

''اگر ہم حدیث کو تیس سندوں سے نہ لکھیں ہم اسے سمجھ نہیں سکتے۔''

ابن المبارک بیان کرتے ہیں:

"إذا أردت أن يصح لک الحديث فاضرب بعضه ببعض" (۱۲)

''اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ حدیث تمھارے لیے صحیح ہو جائے تو اس کی اسناد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاؤ۔''

ایوب سختیانی کا قول ہے:

"إذا أردت أن تعرف خطأ معلمک فجالس غيره" (۱۳)

''اگر تم اپنے استاد کی غلطی معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم دوسرے اساتذہ کی مجلس میں بیٹھو۔''

غرضیکہ نقد حدیث ایک خاص علمی منہج پر قائم ہے۔ اس علمی منہج پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن رقمطراز ہیں:

''محدثین کے ہاں نقد حدیث کسی محقق کے ذوق نظر کے تابع نہیں بلکہ یہ ایک مضبوط علمی منہج پر قائم ہے جنہیں تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے'':

۱۔ اگر راوی مکثرین میں سے ہے تو اس کی احادیث کے تمام طرق و اسانید جو اس کے تلامذہ کے مابین پھیل چکی ہیں، جمع کی جائیں گی تا کہ وہ سچا راوی جو اپنی روایات کو پوری طرح مکمل اور محفوظ رکھتا ہے وہ ضعیف اور جھوٹے راوی سے پہچانا جاسکے۔

۲۔ اگر راوی کثرتِ حدیث کے سبب مشہور نہ ہو تو اس کی احادیث دیگر رواۃ کی احادیث پر پیش کر کے انھیں پرکھا جائے گا۔

۳۔ تمام رواۃ کو عدالت (راوی) کے قواعد پر پرکھا جائے گا اور ان کے حفظ و ضبط کی معرفت حاصل کی جائے گی (۱۴)۔

نقد حدیث کی اقسام:

محدثین کرام نے روایت کے دونوں حصوں سند اور متن پر نقد کیا ہے۔ نقد سند کے لیے محدثین کرام نے ''علم الاسناد اور علم الجرح والتعدیل'' کے فن کی بنیاد رکھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام شافعی نقدِ سند پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ولا یستدل علیٰ أکثر صدق الحدیث و کذبه إلا بصدق المخبر و کذبه ......“ (۱۵)

”اکثر و بیشتر مخبر کی صداقت اور اس کی کذب بیانی پر کسی روایت کے صدق و کذب پر استدلال کیا جاتا ہے۔“

نقد کی دوسری قسم نقدِ متن ہے۔ محدثین کرام نے نقدِ سند کے ساتھ ساتھ حدیث کے متن پر بھی نقد کیا ہے۔ کیونکہ صحت سند صحتِ متن کے لیے ضروری نہیں ہے۔ سند اور متن کے لحاظ سے صحیح اور ضعیف احادیث کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

۱۔ سند اور متن دونوں صحیح ہوں مثلاً آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

”من کذب عليّ متعمّداً فلیتبوّا مقعده من النار“ (۱۶)

”جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“

۲۔ سند اور متن دونوں باطل ہوں مثلاً موضوع روایت ہے:

”ربیع أمتي العنب والبطیخ“ (۱۷) ”تربوز اور انگور میری امت کے لیے بہار ہے۔“

۳۔ سند ضعیف ہو اور متن صحیح ہو اس کی مثال آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

”من لا یهتم بأمر المسلمین فلیس منهم و من لا یصبح و یمسی ناصحاً لله و لرسوله ولکتابه ولإمامه ولعامة المسلمین فلیس منهم“ (۱۸)

”جو مسلمانوں کے معاملہ کے بارے میں اہتمام نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے اور جو صبح و شام اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی کتاب، اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔“

۴۔ سند صحیح ہو اور متن باطل ہو، یہ قسم واقع میں بہت کم اور نادر ہے۔ مثلاً یہ روایت:

”إن الشمس ردت لعلي بعد العصر والناس یشاهدونها“ (۱۹)

حضرت علیؓ کے لیے عصر کے بعد سورج واپس لوٹایا گیا اور لوگ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحتِ سند، صحتِ روایت (حدیث) کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اس بارے میں ابن الصلاح لکھتے ہیں:

”والحکم بالصحة أو الحسن على الإسناد لا یلزم منه الحکم بذلك علیٰ المتن إذ قد یکون شاذا أو معللاً“ (۲۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی سند کے صحیح یا حسن ہونے کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی حکم متن کا ہے، کیونکہ کبھی کبھار متن شاذ اور معلول ہوتا ہے۔

متن کی اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے نقدِ سند کے ساتھ نقدِ متن پر بھرپور توجہ دی ہے۔

خطیب بغدادی رقمطراز ہیں:

''والأخبار كلها على ثلاثة أضرب فضرب منها يعلم صحته و ضرب منها يعلم فساده و ضرب منها لا سبيل إلى العلم بكونه على واحد من الأمرين دون الأخر...... و أما الضرب الثانی و هو ما يعلم فساده فالطريق إلى معرفته أن يكون مما تدفع العقول صحته بموضوعها والأدلة المنصوصة فيها...... أو يكون مما يدفعه نص القرآن أو السنة المتواترة أو أجمعت الأمة على رده أويكون خبراً عن أمر من أمور الدين يلزم المكلفين علمه و قطع العذر فيه فإذا ورد وروداً لا يوجب العلم من حيث الضرورة أوالدليل علم بطلانه......''(۲۱)

احادیث کی تین اقسام ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کی صحت معلوم ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں (اقسام) میں سے کسی ایک قسم کے ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو اور نہ ہی اسے پہچاننے کا کوئی اور طریقہ ہو، دوسری قسم جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اس کی معرفت کا راستہ یہ ہے کہ وہ روایت ایسی ہو جس کے موضوع ہونے کی بناء پر عقل اور صریح اڈلہ اس کا ردّ کردیں یا نص قرآنی اور سنت متواترہ اس کا رد کردیں یا اس کے مردود ہونے پر امت کا اجماع ہو جائے یا امور دین سے متعلق کوئی معاملہ ہو جس کا علم مکلّفین کے لیے ضروری ہو اور اس میں ان کا عذر قابلِ قبول نہ ہو اور جب کوئی ایسی خبر آئے جس کا جاننا ضرورۃً یا دلیل کی بنا پر لازمی ٹھہرتا ہو اس کے باطل ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ علامہ ابن قیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا بغیر سند دیکھے کسی موضوع حدیث کی معرفت کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''یہ اس شخص کے لیے ممکن ہے جسے سنن صحیحہ کی مکمل معرفت حاصل ہو اور یہ سنن صحیحہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ اس طرح گھل مل جائیں کہ اسے سنن اور آثار کی معرفت کا ایک ملکہ اور کامل خصوصیت حاصل ہو جائے......''(۲۲)

مختصر یہ کہ محدثین کے نزدیک نقدِ سند کے ساتھ نقدِ متن ایک ضروری امر ہے اور نقدِ متن کے لیے انھوں نے علم التاریخ، علم اصطلاحات حدیث کا فن ایجاد کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقدروایت، مختلف ادوار میں:

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی نقدروایت کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"بدأ البحث والتنقیب فی أحادیث رسول اللهﷺ فی حیاته وما کان الأمر یعدو فی حینه سؤال النبیﷺ نفسه وهذا الإستفسار کان علی نطاق ضیق جداً إذ الصحابة ما کانوا یکذبون ولا یکذب بعضهم بعضهم الآخر بل کان غایة البحث فی ذلک الوقت هو التدقیق بل هو نوع من التوثیق للطمانیّة القلبیة ولهم فی ذلک أسوة فی سیرة أبی الأنبیاء علیه السلام ﴿وإذ قال ابراهیم رب أرنی کیف تحی الموتی قال أولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی﴾ (۲۳)ومحال أن یکون ابراهیم علیه السلام قد شک فی قدرة الله سبحانه و تعالیٰ و هکذا کان تدقیق الصحابة فی حیاة النبیﷺ لمزید من الإطمئنان القلبی لا غیر" (۲۴)

حضورﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی احادیث کے بارے میں تحقیق اور کھوج لگانے کی ابتدا ہو چکی تھی اور یہ تحقیق اور استفسار اس وقت صرف نبیﷺ سے سوال کرنے تک ہی محدود تھا، کیونکہ صحابہ کرامؓ حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اور نہ ہی وہ اس میں ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق، چھان بین کے معنی میں تصدیق کی ایک قسم تھی جو قلبی اطمینان کے لیے ہوتی ہے اور اس بارے میں ان کے پاس ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے ایک نمونہ بھی تھا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک وشبہ کریں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نبیﷺ کی حیات مبارکہ میں چھان بین سے کام لیتے تھے تاکہ مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے ان کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں تھا۔

عہد رسالت اور نقدِ روایت:

عہد رسالت میں نقدروایت کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نقد حدیث کا آغاز ہوا اور نقد روایت کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔

ا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ کا واقعہ مذکور ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

"......ایک بدوی شخص آیا اس نے کہا اے محمدﷺ ہمارے پاس آپ کا ایک قاصد آیا ہے جس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو رسول اللہﷺ نے فرمایا اس نے سچ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہا...... پھراس نے کہا آپ کے قاصد نے ہمیں بتایا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا...... پھر کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہمارے اموال میں ہمارے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے...... پھراس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ سال میں ہمیں ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے...... پھراس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے، ہم پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے......'' (۲۵)

۲۔ سنن نسائی میں ہے کہ ''حضرت علیؓ یمن سے قربانی کا جانور لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ سے اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اشتعال کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فاطمہؓ نے تو رنگ دار کپڑے پہن لیے ہیں اور سرمہ لگایا ہے اور کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے، میں نے ہی اسے اس کا حکم دیا تھا'' (۲۶)

۳۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں: ''مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے'' اور آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے کسی شخص کی طرح نہیں ہوں (۲۷)۔

۴۔ حضرت ابیؓ بن کعب بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک تلاوت کی، آپ ﷺ کھڑے تھے، آپ ﷺ نے گذشتہ واقعات کے بارے میں ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی' حضرت ابوالدرداءؓ یا حضرت ابوذرؓ مجھے ٹٹولنے لگے (یا آنکھ سے اشارہ کیا) اور کہنے لگے یہ سورت کب نازل ہوئی ہے، میں تو اب اسے سن رہا ہوں، میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب سب چلے گئے، کہنے لگے میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے؟ لیکن تم نے مجھے خبر نہیں دی، حضرت ابیؓ نے جواب دیا آج تمھیں اپنی نماز سے صرف لغوبات کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور انھیں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعہ بتایا اور ابیؓ نے جو انھیں کہا اس کی خبر بھی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابیؓ نے سچ کہا'' (۲۸)۔

۵۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ایک بار رسول اللہ ﷺ (عید) اضحیٰ یا (عید) فطر کے موقع پر نماز گاہ کی طرف گئے اور انھیں وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور انھیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا...... پھر جب آپ ﷺ گھر واپس جانے لگے تو حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت زینبؓ کہنے لگی: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس زیور ہے جسے میں نے صدقے میں دینا چاہا لیکن ابن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور اس کی اولاد زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر صدقہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارا خاوند اور تمھاری اولاد تمہارے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں (۲۹)۔

امر واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی ہر حدیث مبارک کو براہ راست نبی ﷺ سے نہیں سنا تھا بلکہ کچھ احادیث انھوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی تھیں اور کچھ اپنے دوسرے ساتھیوں کے واسطے سے، کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ان کا ہر مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا۔ اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ 1 حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

''...... کنا نتناوب النزول علی رسول اللہ ینزل یوما وأنزل یوماً فإذا نزلت جئته بخبر ذلک الیوم من الوحی وغیرہ وإذا نزل فعل مثل ذلک......'' (۳۰) ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، ایک دن میں جاتا اور دوسرے دن وہ جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ کی لے آتا اور جب وہ جاتا وہ بھی اسی طرح کرتا۔

☆ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

''لیس کل ما نحدثکم عن رسول اللہ ﷺ سمعناہ منه ولکن حدثنا أصحابنا......'' (۳۱)

ہر وہ بات جو ہم تمھیں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ ہمارے اصحاب نے ہمیں حدیث بیان کی ہے۔ ☆ حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں:

''ما کل الحدیث سمعناہ من رسول اللہ ﷺ کان یحدثنا أصحابنا عنه کانت تشغلنا عنه رعیة الإبل'' (۳۲)

ہم نے ہر حدیث رسول اللہ ﷺ سے (براہ راست) نہیں سنی، ہمارے اصحاب ہمیں آپ ﷺ سے نقل کردہ حدیث بیان کرتے تھے، اونٹوں کی چرائی نے ہمیں اس (حدیث) سے عدم مشغول رکھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دوسری روایت میں حضرت براء بن عازبؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"لیس کلنا کان یسمع رسول اللہ ﷺ کانت لنا ضیعة وأشغال ولکن الناس لم یکونوا یکذبون یومئذ فیحدث الشاھد الغائب" (۳۳)

ہم سب رسول اللہ ﷺ سے (سب کچھ) نہیں سنتے تھے کیونکہ ہم زمین کی دیکھ بھال اور دوسری مصروفیت کی وجہ سے مشغول تھے لیکن اس وقت لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، حاضر شخص غائب کو حدیث بیان کرتا تھا۔

صحابہ کرامؓ جو کچھ آپ ﷺ سے یا دیگر صحابہ سے سنتے اس پر عمل کرتے اور دوسروں تک اسے پہنچاتے اور کبھی انھیں تاکید وتوثیق کی ضرورت پیش نہ آتی۔ الا یہ کہ انھیں حدیث میں کسی قسم کا اشکال ہوتا تب وہ اس بارے میں تحقیق وتوثیق کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت کم سوال کرتے۔ اس لیے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اصحاب محمد ﷺ پر رحم فرمائے جنھوں نے اپنی زندگی میں صرف چودہ سوال کئے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے" (۳۴)۔ بلکہ انھیں سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"نھینا أن نسأل رسول اللہ ﷺ عن شیئ فکان یعجبنا أن یجیئ الرجل من أھل البادیة العاقل فیسألہ و نحن نسمع ...." (۳۵)

ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا ہمیں یہ پسند تھا، کہ کوئی عقلمند بدوی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سوال کرے اور ہم سن رہے ہوں۔

عہدِ رسالت ﷺ میں صحابہ کرامؓ کا حدیث کے بارے میں نقد نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے کو حدیث مبارکہ بیان کرنے کے بارے میں دروغ گوئی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

"ماکان بعضنا یکذب علی بعض" (۳۶) "ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتا تھا"

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول ہے:

"......و نحن قوم لا یکذب بعضھم بعضاً" (۳۷)

"اور ہم ایسی قوم ہیں جو ایک دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتے تھے"

عہدِ بنو امیہ میں نقدِ حدیث:

عہدِ بنو امیہ میں نقد حدیث وسیع پیمانے پر ہونے لگا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وضع حدیث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مختلف اسباب وعوامل پیدا ہو چکے تھے۔ وضع حدیث کے انھی عوامل واسباب نے علم نقد حدیث کے دائرہ کو وسیع کر دیا تھا۔ گمراہ کن فرقوں نے موضوع احادیث کو وضع کر کے اپنے مذہب کو تقویت دینے کی سعی لا حاصل کی، جس کے نتیجے میں صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کلامِ رسولؐ (احادیث) کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب من گھڑت کلام سے علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ محدثین کرام (صحابہؓ و تابعینؒ) نے کلام رسول کی حفاظت کے لیے جہاں علم الاسناد کو ضروری قرار دیا، اور راویانِ حدیث کو علم جرح وتعدیل کی کسوٹی پر پرکھا، وہیں حدیث کے متن (Text) کو بھی جانچا اور پرکھا، صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز کو واضح کیا اور اس ضمن میں انھوں نے کسی قسم کی کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ کو جب بھی کسی روایت کے بارے میں ذرا سا تأمل ہوا یا اس کی صحت میں شک ہوا تو انھوں نے بلا جھجک اس پر نقد کیا۔

صحابہ کرامؓ کی نقد روایت کی امثلہ:

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی: ''الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط'' (جس چیز کو آگ چھوئے (اس کے کھانے سے) وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی ہو)۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحميم ''(۳۸) ''کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی سے بھی وضو کریں''

۲۔ حضرت عائشہؓ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت سنی: ''من غسل ميتاً فليغتسل و من حمله فليتوضأ'' تو حضرت عائشہ کہنے لگی: ''أو نجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عوداً'' (۳۹) ''کیا مسلمانوں کے مردے ناپاک ہیں؟ اگر کوئی شخص لکڑی اٹھالے تو اس پر (وضو) نہیں ہے''

۳۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت سنائی گئی:
''إن الميت يعذب ببكاء أهله عليه'' ''بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے'' تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں: ''والله ما قاله رسول الله ﷺ قط......'' (۴۰) ''بخدا رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا''

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں:

''إنكم لتحدثو نی عن غير كاذبين ولا مكذبين ولكن السمع يخطئ''(۴۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''بے شک تم نے حدیث بیان کی ہے، نہ تم دونوں جھوٹے ہو اور نہ جھٹلاتے ہو لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتا ہے۔''

اور ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''وحسبكم القرآن'' (۴۲) ''﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾'' (۴۳)

تمھیں قرآن کریم کافی ہے۔ (جس میں مذکور ہے) ''کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

۴۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے جب یہ حدیث بیان کی:

''طلقني زوجي ثلاثا على عهد النبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ لا سكنى لك ولا نفقة'' ''نبی ﷺ کے عہد میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے لیے رہائش اور نان و نفقہ نہیں ہے''۔ تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے: ''لا ندع كتاب الله وسنة نبينا ﷺ لقول امرأة لا ندري أحفظت أم نسيت'' (٤٤) ''ہم کتاب اللہ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتے۔ کیا معلوم اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے۔''

۵۔ حضرت محمودؓ بن ربیع نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی:

''فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله يبتغي بذلك وجه الله''

''جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لیے ''لا الہ الا اللہ'' کہا اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی''۔

تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے سن کر فرمایا: ''والله ما أظن رسول الله ﷺ قال ما قلت قط'' (٤٥) ''خدا کی قسم میرا نہیں خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا کہا ہو گا جو تم نے کہا ہے''

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی عہدِ صحابہؓ کی نقدِ حدیث کی بعض امثلہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''والمقصود من هٰذهِ الأمثلة هو الإستدلال على أن الصحابة نظروا في المتون .... ولكن الذي ينبغي أن لا يفوتني من الذكر أن ردهم لبعض الأحاديث لم يتعدى الإختلاف في فهم تلك الأحاديث أو أن مدلول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحدیث کان معمولا به ثم نسخ بعد ذلک ولم یبلغ راویه هذا النسخ فظل علیٰ العمل بروایته أو توقف الصحابی فیما لم یبلغه من الاحادیث حتی یتأکد من أنها صدرت من رسول اللهﷺ'' (۴۶)

''ان امثلہ سے مقصود دراصل اس بات پر استدلال کرنا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کے متون پر نظر رکھی......لیکن یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بعض احادیث کو رد کرنے کا مطلب صرف احادیث کو سمجھنے میں اختلاف کی بنا پر تھا یا مدلولِ حدیث پہلے قابل عمل تھا پھر منسوخ ہوگیا لیکن اس کے راوی کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ چنانچہ وہ اپنی نقل کردہ روایت پر ہی عمل پیرا رہا یا پھر وہ صحابی جسے احادیث نہیں پہنچیں، اس نے اسے قبول کرنے سے توقف کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں یقین کرلیا کہ یہ حدیث رسول اللہﷺ سے صادر ہوئی ہے۔''

علامہ خلدون الاحدب عہد صحابہؓ میں نقد حدیث کی امثلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''بعد هذا یمکن القول بأن نشأة النقد وارتباطه بالقبول والرد کان فی زمن الصحابة رضوان الله علیهم وکان لابد من وجوده حیث إن الضبط والحفظ لا مدخل لها فی العدالة فالصحابة رضوان الله علیهم أجمعین عدول کلهم بتعدیل الله سبحانه لهم أما الضبط والحفظ فشیئ آخر فقد حفظ منهم من حفظ، ونسی من نسی وکان بعضهم أحفظ من بعض و لهذا کله نشأ النقد'' (۴۷)

''اس کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ نقد کی ساخت و پرداخت اور اس کے قبول و رد کے ساتھ وابستگی عہد صحابہؓ میں تھی اور اس (نقد) کا وجود ضروری تھا کیونکہ عدالت میں حفظ وضبط کا کوئی دخل نہیں ہے، تمام صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی تعدیل کی وجہ سے عدول ہیں، البتہ ضبط وحفظ ایک دوسری چیز ہے۔ ان میں سے بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا اور بعض، بعض سے زیادہ حافظ تھے۔ ان تمام چیزوں کی وجہ سے نقد کی ابتدا ہوئی۔''

حافظ ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ تابعین بھی صحابہ کرامؓ کی طرح روایات کے نقل کرنے اور بیان کرنے میں محتاط واقع ہوئے تھے (۴۸)۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تابعین کے نقد حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وقد أصبح هذا الإتجاه قويا عند التابعين و من بعدهم من الأئمة النقاد من المحدثين فهم بالإضافة إلىٰ اهتمامهم بالإسناد و نقد الرجال الذين هم معيار صدق الحديث أو كذبه كانت لهم نظرات فی متن الحديث و توثيقهِ بعيداً عن السند" (۴۹)

اور یہ رجحان تابعین اور ان کے بعد محدثین ائمہ نقاد کے ہاں قوی ہو گیا اور وہ اسناد اور نقد رجال جو حدیث کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار ہے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ متن حدیث اور اس کی توثیق کے بارے میں سند کے علاوہ بھی غور و خوض کرتے تھے۔

تابعین کی نقدِ حدیث کی امثلہ:

۱۔ سعید بن میبّب نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے والد (سعد بن ابی وقاص) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا:

"أنت مني بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنه لانبی بعدی"

''تم میرے نزدیک اس طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

سعید بن میبّب بیان کرتے ہیں:

میں نے یہ چاہا کہ میں سعدؓ بن ابی وقاص سے بالمشافہہ ملوں اور اس روایت کے بارے میں پوچھوں، چنانچہ میں سعد سے ملا میں نے انھیں عامر کی بیان کردہ حدیث سنائی، کہنے لگے میں نے اسے (رسول اللہ ﷺ سے) سنا ہے، میں نے کہا کیا آپ نے واقعتاً سنا ہے تو انھوں نے اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ کر کہا جی ہاں اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں (۵۰)۔

۲۔ ایوب بن کیسان سختیانی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے ایوب کہتے ہیں مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا:

"ألا تعجب حدثني القاسم عن عائشة أنها قالت أهللت بالحج ...... وحدثني عروة عنها أنها قالت أهللت بعمرة ألا تعجب" (۵۱)

''کیا تمھیں اس بات پر تعجب نہیں کہ مجھے قاسم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کردہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کی نیت کی ......اور عروہؓ نے ان سے مجھے حدیث بیان کی کہ عائشہؓ نے کہا میں نے عمرہ کی نیت کی کیا تمھیں تعجب نہیں ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ جبیر بن نفیر نے حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں:

"کنا مع النبی ﷺ فشخص ببصره إلى السماء ثم قال هذا أوان يختلس العلم من الناس حتى لا يقدروا منه على شيئ......"

"ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر کہا یہ وقت ہے کہ جب لوگوں سے علم اچک لیا جائے گا یہاں تک کہ تھوڑے سے علم پر بھی وہ قادر نہیں رہیں گے۔"

جبیر کہتے ہیں میں حضرت عبادةؓ بن الصامت سے ملا اوران سے کہا:

"ألا تسمع ما يقول أخوك ابو الدرداءؓ فأخبرته بالذی قال ابو الدرداءؓ قال صدق ابو الدرداءؓ......" (۵۲)

"کیا آپ نے سنا نہیں جو تمھارا بھائی ابوالدرداءؓ کہتا ہے چنانچہ میں نے انھیں ابوالدرداءؓ کے قول کی خبر دی تو انھوں نے کہا ابوالدرداءؓ نے سچ کہا ہے۔"

۴۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں:

"سمعت عبدالله بن عمرؓ عن نبيذ الجر يقول حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فأتيت ابن عباسؓ فقلت ألاتسمع ما يقول ابن عمرؓ قال وما يقول قلت قال حرم رسول الله ﷺ نبيذالجر فقال صدق ابن عمرؓ حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فقلت وأى شيئ نبيذالجر قال كل شيئ يصنع من المدر" (۵۳)

"میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا میں نے کہا کیا آپ نے سنا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے سچ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ میں نے کہا گھڑے کی نبیذ کس سے ہوتی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہر وہ چیز جو مٹی سے تیار ہوتی ہے۔"

۵۔ سوید بن عبدالعزیز نے مغیرة سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

"ہم ایک شیخ کی طرف گئے جس کے بارے میں ہمیں خبر ملی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب ہم ابراہیم النخعی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے تمھارا کیا کام ہے، ہم نے کہا ہم ایک شیخ کے پاس آئے ہیں جو احادیث بیان کرتا ہے۔ ابراہیم نے کہا ہم تو اس شخص سے احادیث لیتے ہیں جو ان (احادیث) کے علل کو جانتا ہو اور ہم نے ایسے شیخ کو پایا ہے جو حدیث بیان کرتے ہوئے حلال کو حرام سے بدل ڈالتا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہوتا'' (۵۴)

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابعین نے بھی حدیث کے بارے میں نقد سے کام لیا تاہم انھیں کسی راوی کی عدالت میں ہرگز شک وشبہہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر اس چیز کا امکان باقی تھا کہ شاید کسی سے حدیث سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہو یا پھر انھوں نے حدیث سنی ہی نہیں اور جب انھیں حدیث سنائی گئی تو انھیں تعجب ہوا، چنانچہ انھیں ان کے بارے میں تحقیق اور تثبت کی ضرورت پیش آئی۔

تبع تابعینؒ کی نقد حدیث:

عصر تبع تابعین میں نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب اختیار کیا جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ صحابہؓ کے عہد میں فتنہ وضع حدیث اس قدر وسیع اور عام نہیں ہوا تھا جس قدر اس دور میں پھیلا تھا۔ چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد حدیث نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔ انھوں نے رجال، متون حدیث دونوں پر نقد کیا اور اس علم کو انھوں نے اپنے اساتذہ تابعین سے لیا تھا جنھوں نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ یہ انھی کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ آج امت کے ہر فرد کے پاس صحیح احادیث کا مجموعہ موجود ہے۔

حافظ ابن حبان ان ائمہ نقاد کے گراں قدر کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ثم أخذ عن هؤلاء مسلک الحديث و انتقاد الرجال و حفظ السنن و القدح فی الضعفاء جماعة من أئمة المسلمين و الفقهاء فی الدين منهم سفيان بن سعيد الثوری و مالک بن انس و شعبة بن الحجاج و عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعی و حماد بن سلمه و الليث بن سعد و حماد بن زيد و سفيان بن عيينة فی جماعة معهم إلا أن من أشدهم انتقا للسنن و أكثرهم مواظبة عليها حتى جعلوا ذلک صناعة لهم لا يشوبونها بشیئ آخر ثلاثة أنفس مالک و الثوری و شعبة'' (۵۵)

''پھر ائمہ مسلمین، فقہائے دین نے ان (صحابہؓ) سے حدیث کے طریق کار، نقد رجال اور حفظ سنن، ضعفاء کی جرح کو اختیار کیا ان میں سفیان بن سعید ثوری، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک جماعت تھی مگر ان سے زیادہ سنن (احادیث) کا نقد کرنے والے اور اس پر ہمیشگی کرنے والے جنھوں نے اسے ان کے لیے ایک صنعت قرار دیا جسے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے تھے اور وہ تین اشخاص تھے: امام مالک، سفیان ثوری، اور شعبہ۔''

نقد حدیث کی ضرورت:

فتنہ وضع حدیث جب رونما ہوا۔ اہل فرق باطلہ نے دروغ گوئی کا سلسلہ شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہر قسم کی احادیث منسوب کی جانے لگیں۔ اس طرح صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہوگیا تو حضرات تابعین و تبع تابعین نے وضاعین اور دشمنان حدیث کا مختلف طریقوں سے مقابلہ کیا۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ جو انھوں نے اختیار کیا وہ نقد حدیث کا تھا جس کے بارے میں ان کے پاس اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ائمہ دین نے نقد حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ نقد حدیث کے انھی محرکات کی طرف امام ترمذی اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ما حملهم على ذلك عندنا. والله أعلم إلا النصيحة للمسلمين لا نظن أنهم أرادوا الطعن على الناس أو الغيبة إنما أرادوا عندنا أن يبينوا ضعف هٰؤلاء لكي يعرفوا لأن بعضهم من الذين ضعفوا كان صاحب بدعة و بعضهم كان متهماً في الحديث و بعضهم كانوا أصحاب غفلة و كثرة خطاء فأراد هؤلاء الأئمة أن يبينوا أحوالهم شفقة على الدين و تبييناً لأن الشهادة في الدين أحق أن يثبت فيها من الشهادة في الحقوق والأموال'' (۵٦)

''ہماری نظر میں انھیں (ائمہ دین کو) مسلمانوں کی خیر خواہی نے راغب کیا ہے۔ یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انھوں نے لوگوں کی عیب جوئی یا ان کی غیبت کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے لوگوں کی کمزوری واضح کی جائے کیونکہ بعض وہ لوگ جو ضعیف قرار دیے گئے تھے وہ بدعتی تھے اور بعض پر جھوٹی حدیث بیان کرنے کی تہمت تھی اور بعض غافل اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے تھے۔ چنانچہ ان ائمہ نے دین پر جھوٹ گھڑنے کے ڈر سے اور اسے بیان کرنے کی غرض سے ایسے لوگوں کے احوال کو بیان کیا ہے کیونکہ دین کی گواہی کو حقوق اور اموال کی گواہی کے مقابلہ میں بیان کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔''

حافظ ابن رجب اس بارے میں فرماتے ہیں:

''وسبب هذا أنه قد كثر الكذب على علي في تلك الأيام كما روى شريك عن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابی اسحاق سمعت خزیمة بن نصر العبسی أیام المختار و هم یقولون ما یقولون من الکذب و کان من اصحاب علي قال: "ما لهم قاتلهم الله أی عصابة شانوا وأی حدیث أفسدوا" (۵۷)

''اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؓ پر کثرت سے جھوٹ بولا جانے لگا جس طرح شریک ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ (انھوں نے کہا) میں نے خزیمہ بن نصر عبسی سے جن دنوں میں مختار نے فتنہ برپا کیا اور وہ جھوٹ کہہ رہے تھے اور وہ اصحاب علیؓ میں سے تھا حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ انھیں غارت کرے کس جماعت کا مرتبہ کم کر رہیں ہیں اور کتنی زیادہ احادیث کو انھوں نے فاسد کر دیا ہے۔''

اگر علماء امت اس طرح نقد حدیث کا کام شروع نہ کرتے تو صحیح اور ضعیف و موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا، بہت سی سنتیں و آثار ضائع ہو جاتے، استنباط اور اعتبار کا معاملہ باطل ٹھہرتا، نیز شریعت اسلامی خلط ملط ہو جاتی یہ انھی علماء دین کی شاندار مساعی کا نتیجہ ہے کہ جن کی بدولت شریعت اسلامی کا یہ سرچشمہ صافی اور پاک ہے۔ جس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ص۳/۴۲۵

۲۔ شاعر سیبویہ ہے۔ جس کی کنیت ابو بشر اور نام عمرو بن عثمان ہے۔ علم نحو کا نامور امام گذرا ہے۔ فارس کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بصرہ میں پرورش پائی اور ۱۷۷ھ کو بیضاء شہر میں چالیس سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱۰/۱۷۶، الزیات، تاریخ الادب العربی، ص۲۳۴

۳۔ ابن منظور، لسان العرب، ص۳/۴۲۵

۴۔ حسین یوسف، الافصاح، ص:۲/۱۲۰۳، احمد رضا، معجم متن اللغۃ، ص۵/۵۲۵

۵۔ ابن منظور، لسان العرب، ص۳/۴۲۵

۶۔ امام احمد، مسند احمد، ص۶/۱۴۴

۷۔ مصطفیٰ الأعظمی، منہج النقد، ص:۵، الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص۵

۸۔ ضیاء الرحمٰن الأعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص۵۱۷

۹۔ سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث ص۳۸۹

۱۰۔ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۲/۲۱۲

۱۱۔ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۲/۲۱۲

۱۲۔ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۲/۳۵۴

۱۳۔ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرجل یفتی بشیئ، حدیث نمبر ۶۴۳، ص۱/۱۶۱

۱۴۔ ضیاء الرحمٰن الأعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص۵۱۷

۱۵۔ الشافعی، الرسالۃ ص۳۹۹

۱۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص۵۸۲

۱۷۔ ابن القیم، المنار، ص:۵۵، لألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص۲/۱۵۵

۱۸۔ الہیثمی، مجمع الزوائد، ص:۱/۷، الألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص۴، ۳۱۲ اس سند میں عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کا والد (جعفر) دونوں ضعیف ہیں۔

۱۹۔ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۵۵، ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ص:۴/۱۸۵؛ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص۱/۳۷۹
ابن القیم، المنار، ص:۵۷ ، الطحاوی، مشکل الآثار، ص۲/۸
القسطلانی، المذاہب، ص:۱/۳۵۸؛ السخاوی، المقاصد الحسنۃ، ص۲۲۶

۲۰۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص۵۸

۲۱۔ الخطیب، الکفایۃ، ص۱۷

۲۲۔ ابن القیم، المنار، ص۴۴

۲۳۔ البقرہ۲:۲۶۰

۲۴۔ مصطفیٰ الأعظمی، منہج النقد، ص:۷، خلدون الأحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص۳۵

۲۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءۃ والعرض علی المحدث، حدیث:۶۳، ص۱۵

۲۶۔ النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب الکراھیۃ فی الثیاب المصبغۃ، حدیث نمبر ۲۷۱۳، ص۳۷۵

۲۷۔ المسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، بـاب جواز النافلۃ قائماً و قاعداً، حدیث نمبر ۱۷۱۵، ص۲۹۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۸۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۱۴۳۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت، باب ماجاء فی الإستماع للخطبۃ، حدیث نمبر ۱۱۱۱، ص ۱۵۶
۲۹۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ علی الأقارب، حدیث نمبر ۱۴۶۲، ص ۲۳۷
۳۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص ۲۱
۳۱۔ الخطیب، الکفایۃ، ص ۳۸۶
۳۲۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۸۳، ابن حنبل، العلل، ص ۲/۵۶۶ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص ۳۸۵
۳۳۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص ۲۳۵
۳۴۔ الرازی، التفسیر الکبیر، ص ۲/۲۸۱
۳۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب السوّال عن أرکان الإسلام، حدیث نمبر ۱۰۲، ص ۲۷
۳۶۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص ۲۳۵
۳۷۔ الخطیب، الکفایۃ، ص ۳۸۶
۳۸۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر ۷۹، ص ۲۱
۳۹۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل ا لمیت، حدیث نمبر ۳۱۶۱، ص ۴۶۲، الزرکشی، الإجابۃ لإیراد ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ، ص ۱۳۵
۴۰۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أھلہ علیہ، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص ۳۷۴
۴۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ا لمیت یعذب ببکاء أھلہ علیہ، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص ۳۷۴
۴۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ا لمیت یعذب ببکاء أھلہ علیہ، ص ۳۷۵
۴۳۔ فاطر ۳۵:۱۸
۴۴۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی المطلقۃ ثلاثا، حدیث نمبر ۱۱۸۰، ص ۲۸۷
۴۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التہجد، باب صلاۃ النوافل جماعۃ، حدیث نمبر ۱۱۸۶، ص ۱۸۹
۴۶۔ محمد لقمان، اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص ۳۱۳
۴۷۔ خلدون الأحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص ۱/۴۲
۴۸۔ ابن حبان، المجروحین، ص ۱/۳۸
۴۹۔ لقمان، اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص ۳۱۴
۵۰۔ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضل علی بن ابی طالب، حدیث نمبر ۶۲۱۷، ص ۱۰۵۹
۵۱۔ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص ۲/۱۲۶
۵۲۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی ذھاب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۳، ص ۶۰۲
۵۳۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأشربۃ، باب فی الأوعیۃ، حدیث نمبر ۳۶۹۱، ص ۵۲۹
۵۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ص ۱/۲۹
۵۵۔ ابن حبان، المجروحین، ص ۱/۳۰
۵۶۔ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص ۱/۲
۵۷۔ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص ۱/۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com